شیخ الاسلام

مفتی اعظم حضرت شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ

م ۱۳۸۶ھ / ۱۹۶۶ء

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
ایم۔ اے ؛ پی۔ ایچ۔ ڈی

ادارہ مسعودیہ
۲/۶۔۵۔ای، ناظم آباد، کراچی
اسلامی جمہوریہ پاکستان (۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

عالم و فاضل، فقیہ و مقتدائے عارفاں
شیخ دوراں، مظہر اللہ، مفتی ہندوستاں (ضیاء بدایونی)

مفتی اعظم حضرت شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ، حضرت شاہ محمد مسعود محدث دہلوی علیہ الرحمہ (م۔ ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۱ء) کے نامور پوتے اور حضرت مولانا محمد سعید صاحب علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند تھے۔ مسلکاً حنفی اور مشرباً نقشبندی مجددی۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۵ رجب المرجب ۱۳۰۳ھ مطابق ۲۱ اپریل ۱۸۸۶ء کو دہلی میں ہوئی۔ ابھی آپ چار سال کے تھے کہ شفقت پدری سے محروم ہو گئے۔ ایک دو سال بعد والدۂ ماجدہ کا مبارک سایہ بھی اٹھ گیا۔ زندگی کی ابتدائی منزل ہی میں یتیم و یسیر ہو گئے۔ والدین کے انتقال کے بعد جدّ امجد حضرت شاہ محمد مسعود علیہ الرحمہ نے کفالت فرمائی لیکن دو سال بعد آپ کا بھی وصال ہوگیا، جدّ امجد کے انتقال کے بعد، مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے عم محترم حضرت علامہ محمد عبدالمجید علیہ الرحمہ، (م۔ ۱۳۶۴ھ / ۱۹۴۴ء) نے اپنی کفالت میں لیا۔۔۔ کچھ سنتیں اختیاری ہوتی ہیں اور کچھ سنتیں اختیاری نہیں۔ یتیمی و یسیری اور اس کے بعد کفالت کی جن منزلوں سے مفتی اعظم گزرے اس کو دیکھ کر حیاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ ہو جاتی ہے ع

کافی ہے بس اک نسبت سلطان مدینہ

آپ کی ددھیال تو علم و فضل کا گہوارہ تھی ہی، ننھیال بھی دینی و دنیوی وجاہت کے اعتبار سے ممتاز تھی، حضرت کے نانا حافظ عبدالعزیز علیہ الرحمہ ریاست جھجر کے ممتاز گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۰ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔ انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد جب ریاست کا شیرازہ بکھر گیا تو آپ ریاست پاٹودی

(بھارت) تشریف لے آئے۔ اور یہاں نوابین ریاست کے اتالیق رہے بعد میں میر منشی کے ممتاز عہدے پر فائز ہوئے۔ یہ تمام حالات حضرت کے برادر عم زاد عبدالرشید صاحب مرحوم (مجسٹریٹ درجہ اول، ریاست پاٹودی) نے اپنے قلمی دیوان کے مقدمہ میں لکھے ہیں۔

تعلیم و تعلم

مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے قرآن حکیم سے تعلیم کا آغاز فرمایا اور تھوڑے ہی عرصہ میں قرآن مجید حفظ فرمالیا اور فن تجوید و قرأت میں کمال حاصل کیا، علوم عقلیہ اور نقلیہ کی تحصیل اپنے عم محترم حضرت علامہ محمد عبدالمجید علیہ الرحمہ سے فرمائی جن کا سلسلۂ حدیث متعدد واسطوں سے حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ تک پہنچتا ہے۔ مولانائے مرحوم کے علاوہ آپ نے معاصرین علماء سے بھی شرف تلمذ حاصل کیا۔ اور پھر ذاتی مطالعے سے وہ کمال حاصل کیا کہ باید و شاید۔ سولہ سترہ سال کی عمر سے فتویٰ نویسی کا آغاز فرمایا۔ مفتی اعظم علیہ الرحمہ مختلف علوم میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ مثلاً تفسیر واصولِ تفسیر، فقہ واصولِ فقہ، منطق، فلسفہ، ریاضی، اقلیدس، ادب، صرف و نحو، علم الفرائض اور خطاطی وغیرہ۔ سخن سنجی کا خاص ملکہ حاصل تھا اور سخن گوئی سے فطری لگاؤ تھا لیکن ساری عمر دین کی خدمت میں گزاری۔

بیعت وارشاد

۱۴ چودہ سال کی عمر میں حضرت مولانا شاہ رکن الدین الوری علیہ الرحمہ (م۔۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء) مفتی اعظم علیہ الرحمہ کو دہلی سے حضرت صادق علی شاہ علیہ الرحمہ (م۔۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء) کی خدمت میں مکان شریف (ضلع گورداسپور۔ بھارت) لے گئے۔ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ، حضرت شاہ محمد مسعود علیہ الرحمہ کے شیخ طریقت، حضرت امام علی شاہ علیہ الرحمہ (م۔۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء) کے فرزند اکبر تھے۔۔۔اس وقت مفتی اعظم علیہ الرحمہ

کی عمر شریف تقریباً چودہ سال کی تھی، حضرت صادق علی شاہ نے سلسلۃ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں آپ کو بیعت فرمایا اور ایک ہی توجہ سے میں بے خود کر دیا، چونکہ بیعت کے دوسرے ہی سال مرشد کریم کا وصال ہو گیا تھا اس لئے بعد میں حضرت شاہ رکن الدین علیہ الرحمہ نے روحانی تربیت فرمائی اور ہر چہار سلاسل میں اجازت مرحمت فرما کر خلافت سے نوازا۔۔۔ مفتی اعظم علیہ الرحمہ بالعموم سلسلۃ نقشبندیہ میں بیعت فرماتے تھے مگر بعض طالبین اپنی اپنی فطری مناسبات کے مطابق دیگر سلاسل میں بھی بیعت ہوتے رہے۔ مفتی اعظم کے بے شمار مریدین و معتقدین پاک و ہند میں پھیلے ہوتے ہیں۔۔۔ مفتی اعظم علیہ الرحمہ صاحب کرامت ولی کامل تھے۔ آپ سے بکثرت کرامات کا ظہور ہوا۔ آپ کی دینی و علمی اور روحانی خدمات نا قابل فراموش ہیں۔

امامت و خطابت

مفتی اعظم علیہ الرحمہ مسجد شاہجہانی فتحپوری دہلی کے شاہی امام اور خطیب تھے۔ خطابت و امامت کا یہ سلسلہ حضرت کے جد امجد شاہ محمد مسعود محدث دہلوی علیہ الرحمہ سے منتقل ہوتا ہوا آپ تک پہنچا تھا، مفتی اعظم علیہ الرحمہ تقریباً ستّر سال اس منصب پر فائز رہے اور ایک عالم کو فیض پہنچایا۔ مسجد فتحپوری کی امامت و خطابت کا یہ سلسلہ شاہان مغلیہ کے عہد سے چلا آرہا ہے۔ جس کی تفصیلات مفتی اعظم کے جد امجد علیہ الرحمہ نے ضمناً اپنی قلمی تصنیف فتاویٰ مسعودیہ میں تحریر فرمائی ہیں (اس وقت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے پوتے علامہ ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد صاحب مسجد فتحپوری کے امام و خطیب اور مفتی دہلی ہیں)

اتباع شریعت

مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے ساری عمر اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم قدم پر خیال رکھا، آپ کی زندگی پر عشق مصطفوی چھایا ہوا تھا، کوئی گوشہ تشنۂ محبت نہ تھا۔

عبادات کیا، معاملات کیا، اخلاقیات کیا، غرض زندگی آئینہ دار محبت تھی۔

کبھی تنہائی کوہ و دمن عشق
کبھی سوز و سرور انجمن عشق

کبھی سرمایہ محراب و منبر
کبھی مولا علی خیبر شکن عشق

عبادات کا یہ حال تھا کہ چودہ سال کی عمر سے آخری لمحہ تک تقریباً ستّر سال نماز تہجد ادا فرماتے رہے۔ فرائض کی ادائیگی کا اسی سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے، ضعیفی کے باوجود رمضان المبارک کے روزے کبھی ترک نہیں فرماتے بلکہ عجیب تر یہ کہ ان ایام میں جسم اطہر میں خاص توانائی مشاہدے میں آتی۔ نماز تراویح باجماعت ادا فرماتے اور عبادات میں عام ایام سے زیادہ مستعد نظر آتے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی محبت و عشق تھا کہ جب ۱۹۴۵ء میں زیارت حرمین شریفین اور حج کے لئے حاضر ہوتے تو اس دیار مقدس میں محویت واستغراق کا یہ عالم تھا کہ اولاد تک کے نام صفحہ دل سے مٹ گئے۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

عزیمت پسندی حضرت نے ہمیشہ عزیمت پر عمل فرمایا، عزیمت پسندی و بلند ہمتی مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی سیرت مبارکہ کی امتیازی خوبیاں تھیں، بہت سے واقعات مشاہدے میں آتے، یہاں چند واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔

ا --------- نواب حیدر آباد میر عثمان علی خاں مرحوم (۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۷ء) نے دو بار حضرت کو یاد فرمایا، لیکن دونوں مرتبہ حضرت نے فرمایا۔ "ان کو ملاقات

کی ضرورت ہے تو فقیر کے غریب خانے پر آجائیں، فقیر کو ضرورت نہیں۔" ان واقعات کا ذکر علامہ اخلاق حسین دہلوی نے ماہنامہ عقیدت (نئی دہلی) اور جناب ارتضی حسین (ملا واحدی) نے ماہنامہ ہمدرد (کراچی) میں کیا ہے۔

۲ -------جب ۱۹۴۵ء میں حج بیت اللہ شریف کے لئے حرمین شریفین حاضر ہوتے تو مکہ معظمہ میں شاہی دعوت میں شرکت کے لئے شاہ سعود کی طرف سے خاص دعوت نامہ آیا مگر حضرت نے یہ کہہ کر معذرت فرمادی کہ۔ "جو شہنشاہ کائنات کے دربار میں آیا ہے اس کو کسی اور دربار میں حاضری کی ضرورت نہیں۔"

۳ -------برطانوی حکومت کے زمانے میں اکثر سرکاری دعوت نامے آتے رہے مگر مفتی اعظم نے کبھی اس طرف توجہ نہیں فرمائی۔ تقسیم ہند کے بعد بھی اعیان مملکت کی طرف سے دعوت نامے آتے رہے مگر حضرت نے ساری عمر بے نیازانہ بسر کی ؎

غیرت ہے بڑی چیز جہان تگ و دو میں
پہناتی ہے درویش کو تاج سردارا

۴ -------عزیمت کی ایک شاندار مثال اس وقت دیکھنے میں آئی۔ جب حضرت کے ہونہار، لائق اور حسین و جمیل جواں سال فرزند مولانا منور احمد علیہ الرحمہ کا ۱۹۴۴ میں وصال ہوا۔۔۔ جس نے یہ داغ اٹھایا ہے وہی اس کی شدت کو محسوس کر سکتا ہے۔۔۔ جب مولانا منور احمد کو کفنا کر لٹایا گیا تو حضرت سرہانے کھڑے مسکرا رہے تھے۔ اور یہ الفاظ زبان مبارک پر تھے۔ "اے

مولا تو اپنے بندے کو آزمانا چاہتا ہے، تیرا بندہ ہرگز ہرگز مضطرب نہ ہو گا، وہ تیری رضا پر راضی ہے۔"

حریف نالہ پُر درد ہو تو ہو پھر بھی
ہے اک تبسم پنہاں ترا بہانے چمن

اسی طرح دوسرے جواں سال صاحب زادے حضرت مولانا منظور احمد علیہ الرحمہ (م۔ ۱۹۴۹ء) کی حیدر آباد میں وفات کے موقع پر ایمان افروز واقعات مشاہدے میں آئے۔

۵ ۱۹۴۷ء میں فسادات کے دوران حضرت نے جس عزم و استقلال کا اظہار فرمایا وہ تاریخ عزیمت میں سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔۔۔ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۸ء تک مسجد فتحپوری میں غیر مسلم دشمنوں نے تقریباً چھ سات بم پھینکے لیکن کسی مرحلے پر بھی حضرت کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔ سب سے کٹھن ستمبر ۱۹۴۷ء کا وہ دن تھا جب چاروں طرف سے مسجد دشمن کے نرغے میں تھی، مسجد کے محصور لوگوں کے لئے فوج کی معیت میں محفوظ مقام پر منتقل ہونے کے اچانک اسباب پیدا ہو گئے، مگر جب مفتی اعظم علیہ الرحمہ سے چلنے کے لئے عرض کیا گیا تو فرمایا۔ "آپ حضرات کو اجازت ہے جہاں چاہیں جاسکتے ہیں، فقیر کو یہیں رہنے دیں، کل قیامت کے دن اگر مولیٰ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ہم نے اپنا گھر تیرے سپرد کیا تھا تو اس کو کس کے رحم و کرم پر چھوڑ کر چلا گیا، تو فقیر کیا جواب دے گا۔" سب کے حوصلے بلند ہوتے اور سب جان دینے کے لئے تیار ہو گئے۔۔۔ عین اضطراب میں بھی پائے استقلال میں تزلزل پیدا نہ ہوا

اور مفتی اعظم محبت و عشق کی اس معراج پر سرفراز ہوتے. جہاں پہنچ کر انسان بے خوف خطر ہو جاتا ہے۔ ؂

حیات کیا ہے، خیال و نظر کی مجذوبی
خودی کی موت ہے اندیشہ ہائے گونا گوں

۶------- تبلیغ اسلام میں مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے جس عزم و ہمت کا ثبوت دیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ تقسیم ہند سے قبل ہزارہا غیر مسلموں کو مشرف باسلام کیا مگر تقسیم کے بعد جب ہندوؤں کے اقتدار کی وجہ سے کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی آپ نے بے خوف و خطر ہو کر غیر مسلموں کو مسلمان کیا ؂

یہ نغمہ فصل گل ولالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ

مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے بڑی سے بڑی شخصیت سے بھی ذاتی مفاد کی خاطر تعلق نہ رکھا، اسی لئے آپ کا سب احترام کرتے ---- مسجد جامع فتحپوری دہلی، اہل سنت کا عظیم مرکز تھا، بکثرت علماء و مشائخ اہل سنت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی تکریم فرماتے اور تشریف لاتے تھے---- تقسیم ہند سے قبل قیام دہلی کے زمانے میں قائد اعظم محمد علی جناح، شہید ملت لیاقت علی خاں آپ کا بہت احترام کرتے تھے اور ڈاکٹر ذاکر حسین (صدر جمہوریہ ہند) آپ کو قدر و منزلت کی نظر سے دیکھتے تھے۔

پاکستان میں آمد

تقسیم ہند کے بعد حضرت کافی عرصہ تک پاکستان تشریف نہ لائے، یہاں بھی عزیمت پسندی مانع رہی۔ مفتی اعظم علیہ الرحمہ پہلی بار اکتوبر ۱۹۶۱ء میں پاکستان تشریف لائے کراچی کے ہوائی مستقر پر ہزارہا

مریدین و متوسلین نے پر جوش استقبال کیا، کراچی کے زمانہ قیام میں حضرت کی قیام گاہ پر ہر وقت زائرین کا ہجوم رہتا، ہزارہا افراد مستفیض ہوتے۔ اہل محبت نے دعوتیں اور عصرانے دے کر اپنی اپنی محبت کا ثبوت دیا۔ حضرت علامہ عبدالحامد بدایونی (صدر مرکزی انجمن تبلیغ الاسلام) نے کراچی کے علماء کرام کی طرف سے مفتی اعظم علیہ الرحمہ کو مدعو فرمایا اور علماء کی عظیم محفل میں سپاسنامہ پیش کیا جس میں حضرت کی دینی اور علمی خدمات کو سراہا گیا تھا۔ مختلف حضرات نے مبقبتیں پیش کیں، مبقبت پیش کرنے والوں میں یہ حضرات قابل ذکر ہیں۔ مولانا ضیاء القادری بدایونی، عزیز الملک مولانا محمد یوسف جے پوری، مولانا عبدالسلام باندوی اور قاضی محمد حمایت اللہ، مفتی اعظم علیہ الرحمہ حیدر آباد اور لاہور بھی تشریف لے گئے، دونوں مقامات پر شاندار استقبال کیا گیا، علماء و مشائخ موجود تھے، لاہور میں بھی مبقبتیں پیش کی گئیں، مبقبت پیش کرنے والوں میں یہ حضرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حضرت زیبا ناروی، حکیم محمد عمر قریشی اور جناب مولانا محمد احمد قریشی۔۔۔ دو ماہ قیام کے بعد مفتی اعظم نومبر ۱۹۶۱ء کے آخر میں دہلی تشریف لے گئے۔

جولائی ۱۹۶۴ء میں دوبارہ اور آخری بار پاکستان تشریف لائے۔ اس مرتبہ بھی ہر جگہ شایان شان استقبال کیا گیا۔ حضرت کئی مقامات پر تشریف لے گئے۔ مثلاً کراچی، حیدر آباد، میرپور خاص، بھاول پور، ملتان، خانیوال، ساہیوال، لاہور، شرقپور، راولپنڈی، مری وغیرہ وغیرہ، ان تمام مقامات پر حضرت کے بکثرت مریدین و متوسلین موجود ہیں۔

وصال

وصال سے چند سال قبل مفتی اعظم علیہ الرحمہ پر عشق الٰہی کا ایسا غلبہ تھا کہ مخلوق تو مخلوق اولاد کی محبت بھی دل سے نکل چکی تھی۔ مولیٰ تعالیٰ کی طرف لگن لگی ہوئی تھی، بالآخر وصال کی گھڑی آ پہنچی اور ۱۴ شعبان

المعظم ۱۳۸۶ھ بروز پیر (۲۸ نومبر ۱۹۶۶ء) شام کے وقت یہ آفتاب علم و عرفان غروب ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اور مفتی اعظم کی یہ آرزو پوری ہوئی ؎

درد فرقت میں ترے اس زندگی کی شام ہو
موت جب آئے تو صبح وصل کا پیغام ہو

مفتی اعظم علیہ الرحمہ کا مرقد انور مسجد جامع فتحپوری، دہلی میں زیارت گاہ خاص و عام ہے اور یہ صلہ ہے اس عزیمت پسندی اور بے مثال استقلال و ثابت قدمی کا جس کا اظہار مفتی اعظم علیہ الرحمہ مسلسل ۷۰ سال تک فرماتے رہے بالخصوص ۱۹۴۷ء کے خونچکاں فسادات کے زمانے میں۔۔۔ فی الحقیقت ؏

خدا نے زندگی کے امتحان میں فتح پوری دی

مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے وصال کی اطلاع اسی روز آل انڈیا ریڈیو سے نشر کی گئی اور آن کی آن میں پاک و ہند میں پھیل گئی۔ مختلف اخبارات و رسائل نے اس خبر کو جلی حروف میں شائع کیا، اداریے لکھے، محامد و محاسن بیان کئے اور بعض نے تاریخی قطعات بھی شائع کئے، چناں چہ پندرہ روزہ پیام مشرق (دہلی) کے ۱۴ دسمبر ۱۹۶۶ء کے شمارے میں قمر سنبھلی کے سنہ ہجری و عیسوی میں یہ دو قطعات ملتے ہیں:۔

قطعہ

اٹھ گیا کون بزم دنیا سے
یوں جو ہر شخص غم بدوش ہے آج
دم سے روشن تھی جس کے راہِ سلوک
اے قمر "شمع وہ خموش ہے آج"

۱۳۸۶ھ

قطعہ

مظہر علم و فقیہ عصر
آہ دنیا سے ہو گیا روپوش
لکھ قمر عیسوی میں سالِ وصال
"ہائے شمع تصوف اب ہے خموش"

۱۹۶۶ء

حضرت کے سانحہ ارتحال پر اظہر دہلوی (لاہور) نے ایک طویل مرثیہ بھی لکھا تھا، اخبار انجام (کراچی) کے یکم دسمبر ۱۹۶۶ء کے شمارے میں حافظ غازی آبادی کا یہ قطعہ ملتا ہے۔

مظہر اللہ ہو گئے رخصت
مفتی ہند، نقشبند زماں
یادگار زمانہ تھے یہ لوگ
عصر حاضر میں اب جواب کہاں

اسی طرح پندرہ روزہ غریب نواز (دہلی) کے ۱۵ دسمبر ۱۹۶۶ء کے شمارے میں قیصر نظامی کا یہ شعر ملتا ہے:۔

آہ قیصر بجھ گیا کیسا چراغ انجمن
گلشن علم و عمل کا پاسباں جاتا رہا

بکثرت اخبارات و رسائل میں مفتی اعظم علیہ الرحمہ پر لکھا گیا ہے۔ جس کی تفصیل حیاتِ مظہری اور تذکرہ مظہر مسعود میں کراچی سے شائع ہو گئی ہے۔

اولاد امجاد

اولاد کے معاملے میں حضرت مرحوم پر اللہ تعالے کا خاص فضل و کرم ہوا، حضرت کی اولاد، اولاد کی اولاد اور پھر ان کی اولاد کو دیکھ کر بے ساختہ زبان سے نکلتا ہے۔ کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ ○ (سورہ ابراھیم : ۲۴) مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی آل و اولاد پاک و ہند کے مختلف شہروں اور بیرونی ممالک میں پھیلی ہوئی ہے۔ مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے ۱۹۰۳ء کے قریب پہلی شادی کی۔ چند سال بعد اہلیہ کا انتقال ہوگیا تو تقریباً ۱۹۰۹ء میں دوسری شادی کی۔ دو تین سال بعد دوسری اہلیہ بھی رحلت فرما گئیں۔ تو تقریباً ۱۹۱۶ء میں تیسری شادی کی۔ تیسری اہلیہ کا انتقال ۱۹۴۷ء / ۱۳۶۷ھ میں دہلی میں ہوا۔ ان تینوں ازواج سے سات صاحبزادے اور نو صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔ جن میں ایک صاحب زادے اور چار صاحبزا یاں بفضلہ تعالے بقید حیات ہیں۔ صاحبزادگان کے اسماء گرامی یہ ہیں:۔

۱۔ مفسر قرآن حضرت علامہ مفتی محمد مظفر احمد علیہ الرحمہ، کراچی (۲) حضرت مولانا الحاج مفتی محمد مشرف احمد علیہ الرحمہ دہلی۔ (۳) حضرت مولانا الحاج حافظ قاری ڈاکٹر محمد احمد علیہ الرحمہ، دہلی (۴) حضرت مولانا منور احمد علیہ الرحمہ، دہلی (۵) حضرت مولانا منظور احمد علیہ الرحمہ، حیدر آباد سندھ (۶) راقم الحروف محمد مسعود احمد، کراچی (۷) مولانا ڈاکٹر محمد سعید احمد علیہ الرحمہ، دہلی۔

خلفاء و سفراء

حضرت کے ارادت مندوں اور عقید تمندوں کا دائرہ بہت وسیع ہے، پاک و ہند میں ہر طرف پھیلے ہوتے ہیں۔ حضرت کے خلفاء و سفراء میں جن حضرات کے اسماء گرامی معلوم ہو سکے وہ یہ ہیں:۔

خلفاء:۔ (۱) حضرت علامہ مفتی حافظ قاری محمد مظفر احمد صاحب کراچی۔ (۲) حضرت علامہ حافظ و قاری مفتی محمد مشرف احمد صاحب دہلی (۳) حضرت الحاج قاری

حافظ محمد حفیظ الرحمن صاحب۔ بہاول پور۔ (۴) حضرت مولانا ڈاکٹر محمد احمد علیہ الرحمہ (۵) مولانا عبد الکریم پتھوڑی (۶) مفتی مقبول الرحمن سیوہاروی (۷) جناب محمد عثمان ٹونکی وغیرہ وغیرہ

سفراء:- (۱) جناب حکیم محمد ذاکر صاحب، کراچی (۲) جناب بشیر الدین صاحب، کراچی (۳) جناب محمد یوسف صاحب، کراچی (۴) جناب حافظ محمد صالحین صاحب، کراچی (۵) جناب صوفی فضل احمد صاحب، کراچی (۶) جناب صفدر حسن صاحب، لاہور (۷) جناب محمد احمد صاحب قریشی، لاہور (۸) جناب ابوالکمال شمسی طہرانی، علی گڑھ (۹) جناب صوفی محمد ابراھیم، کراچی (۱۰) جناب سید نواب علی، حیدر آباد سندھ (۱۱) جناب حکیم محمد ء قل دھام پوری (۱۲) جناب مولانا غلام احمد ٹونکی وغیرہ وغیرہ

تصانیف مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی تصانیف میں سر فہرست وہ فتوے ہیں جو تقریباً ستر سال تک آپ تحریر فرماتے رہے۔ یہ فتوے پاک و ہند کے مختلف گوشوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ پہلی جلد فتاویٰ مظہریہ کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ دوسری جلد پروفیسر ڈاکٹر محمد رفیق صاحب مرتب کر رہے ہیں۔ آپ کے فتووں کی علمی اور دینی اہمیت ہر مکتبِ فکر کے علماء میں مسلم ہے۔ حضرت کی دوسری عظیم تصنیف وہ مکاتیب گرامی ہیں جو بے شمار مخلصین و مریدین کے پاس پاک و ہند میں محفوظ ہیں پہلی جلد مکاتیب مظہری کے نام سے شائع ہو چکی، دوسری جلد زیر طباعت ہے۔ ان کے علاوہ حضرت کے تصانیف میں بعض علمی رسائل بھی ہیں جو اب ناپید ہو چکے ہیں۔ چند رسائل کے نام تحریر کئے جاتے ہیں۔

(۱) ارکان دین، مطبوعہ ہلالی پریس، دہلی۔ ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء (۲) مظہر العقائد،

مطبوعہ ہلالی پریس دہلی (۳) مظہر الاخلاق مطبوعہ ہلالی پریس دہلی (۴) کشف الحجاب عن مسئلتہ البناء والقباب، مطبوعہ جید پریس دہلی۔ تالیف ۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۵ء۔(۵) تحقیق الحق، مطبوعہ اعلیٰ پریس دہلی، ۱۳۴۶ / ۱۹۲۷ء۔ (۶) رسالہ در علم توقیت (قلمی) تالیف ۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۱ء۔ (۷) خزینۃ الخیرات، مطبوعہ اعلیٰ پریس دہلی، ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۷ء۔ (۸) انتفاء المحال فی رؤیۃ الہلال، مطبوعہ جید برقی پریس دہلی، تالیف ۱۳۷۰ھ / ۱۹۸۰ء۔(۹) فتویٰ رویت ہلال، مطبوعہ جید برقی پریس دہلی، ۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۹ء۔ (۱۰) قصد السبیل۔ مطبوعہ اعلیٰ پریس دہلی ۱۳۷۹ھ / ۱۹۵۹ء۔(۱۱) شجرہ منظوم خاندان عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مطبوعہ امپیریل پریس دہلی۔ وغیرہ وغیرہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
پرنسپل گورنمنٹ کالج، ٹنڈو محمد خاں (سندھ)
(تالیف ۱۹۷۰ء۔ ترمیم ۱۹۹۶ء)